سے آنسو جاری ہوگئے۔ شاہ جیؒ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور میرے لئے دعا کی۔ اور فرمایا میں تم سے خفا نہیں ہوں ایسی باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔

شاہ جی کی من موہنی شخصیت جب بھی یاد آتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ جوش صاحب کا یہ شعر بھی یاد آجاتا ہے

اُبھرے تو آندھی بپھرے تو طوفان
چٹکے تو غنچہ، لرزے تو شبنم

میں شاہ جی کا نیا زمند تھا۔ اکثر ان کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملتا ——— اور ان کی بذلہ سنجی اور حاضر جوابی سے لطف اندوز ہوتا اور پھر جب کبھی ہمارے یہاں شب دیگ کا اہتمام ہوتا تو میں شاہ جی کو اپنے ساتھ لے آتا کبھی کبھی شاہ جی بھی ہمیں بلوا لیتے۔ شاہ جی بہت خوش خوراک تھے۔

شاہ جی کی آدھی سے زیادہ زندگی جیلوں میں کٹی۔ وہ جس تحریک میں شامل ہوجاتے تو بڑی دلجمعی سے اس کے لئے کام کرتے۔ وہ پارٹیاں نہیں بدلا کرتے تھے بلکہ اپنی پارٹی کو ڈھب پر لے آتے تھے۔ احراری ہونے کی وجہ سے ان کی بڑی مخالفت ہوئی لیکن شاہ جی مرتے دم تک احرار میں شامل رہے شاہ جی میں استقلال بھی تھا اور استقامت بھی۔ وہ مصلحتوں کے آدمی نہیں تھے۔ وہ بڑے صاف سچے اور کھرے انسان تھے۔ اور ایمان کی بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے دل کی دھڑکن بھی تھے اور آڑے وقت میں ان کا سب سے مضبوط اور قابلِ اعتماد سہارا بھی تھے وہ بھی تھے وہ خطیب تھے، ادیب نہیں تھے۔ لیکن جب وہ تقریر کرتے تو یوں لگتا کہ جیسے ادب اور شاعری انکی شخصیت اور خطابت میں گھل مل گئی ہے دمِ تقریر بڑے بڑے ادیب اور شاعر ان کا منہ دیکھتے رہ جاتے۔

اللہ تعالیٰ شاہ جی کی روح پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے (آمین) ہم بھی کیسے بد نصیب اور احسان فراموش ہیں کہ اتنے بڑے جادو بیان اور سر فروش خطیب کو بھلا بیٹھے جس کی ساری زندگی قوم کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے میں کٹ گئی مولانا ظفر علی خان اور شاہ جی کا آخری زمانہ قابلِ عبرت۔ مولانا تو مفلوج ہو گئے تھے لیکن شاہ جی کو گرد و پیش کے حالات اور قوم کی بے حسی نے مفلوج کر دیا تھا

> **بُرائی** بہر حال بُرائی ہے، جو انسان دوسرے کا بُرا چاہتا ہے وہ گویا اپنے یا اپنی اولاد کے لئے بدی کاشت کرتا ہے۔
>
> امیر شریعتؒ

ابو مغیرہ عبدالرحیم نیازیہ چوہان

بیسویں صدی کا عظیم انسان

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی کا عظیم انسان جس کی خطابت مردہ دلوں کو زندگی کی توانائیاں بخش دیتی تھی وہ مرد درویش جس کی للکار سے تاجوروں کے تخت لرز اٹھتے تھے وہ جلیل جلیل کہ جس کی مجاہدانہ ہیبت فرنگی استعمار کے پر شکوہ ایوانوں میں زلزلہ طاری کر دیتی تھی جس کی آواز نصف صدی تک برصغیر کی فضاؤں میں گونجتی رہی۔ اور اس آواز نے مایوس دلوں کی تاریکی میں امید کی روشنی پیدا کر کے انہیں جذبہ حریت سے سرشار کر دیا حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۴ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ - ۲۳ ستمبر ۱۸۹۱ء میں بھارت کے شہر پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ دسمبر ۱۹۱۹ء میں حضرت شاہ جیؒ نے جلیانوالہ باغ میں کانگرس اور مسلم لیگ کے مشترکہ اجلاس میں پہلی بار سیاسی تقریر کی اور یہاں سے ان کی سیاسی واجتماعی زندگی کا سفر شروع ہوا۔ لاہور میں راجپال ہندو نے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی گئی تھی۔ اس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ مسلمانوں میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی۔ ہر طرف سے احتجاجی جلسے شروع ہونے لگے۔ راج پال کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی گئی مگر اسے عدالت نے بری کر دیا۔ ان دنوں لاہور میں دفعہ ۱۴۴ نافذ تھی اس بنا پر نہ کوئی جلسہ ہو سکتا تھا نہ کوئی جلوس نکل سکتا تھا۔ انہیں دنوں حضرت شاہ جیؒ اور ان کے رفقاء مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، خواجہ عبدالرحمٰن غازیؒ۔ مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ اور مولانا احمد سعیدؒ دہلوی نے حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ ایک قانون بنایا جائے جس کے تحت کسی مذہب کے بزرگ کی توہین نہ کی جا سکے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے سخت سزا دی جائے۔ اسی مطالبہ کے لیے احاطہ میاں عبدالرحیم بیرون دہلی دروازہ لاہور میں مفکر احرار چوہدری افضل کی صدارت میں مجلس احرار کا عظیم جلسہ عام منعقد ہوا حضرت شاہ جیؒ نے اپنے سحر انگیز خطابتی انداز میں کہا مسلمانو! وہ دیکھو سامنے حضرت فاطمۃ الزہرہؓ تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں مسلمانو تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے سامنے میرے بابا کی توہین کی جا رہی ہے۔ اور تم چپ ہو۔ حضرت شاہ جیؒ کا یہ کہنا تھا کہ سارا

مجمع دھاڑیں مار مار کر رونے لگ پڑا اور پلٹ کر دیکھنے لگ گیا۔ جیسے واقعی حضرت فاطمۃ الزہرہ (رض) سامنے کھڑی ہیں حضرت شاہ جی نے یہ بھی کہا کہ مسلمانو یاد رکھو آج کے بعد یا کہنے والی زبان نہ ہے یا سننے والے کان نہ رہیں۔ غازی علم الدین شہید مجمع سے اٹھ کر گیا جس نے راجپال کو قتل کر دیا۔ حضرت شاہ جی رح کو اس تقریر کے جرم میں ایک سال قید کی سزا ہوئی۔ شاہ جیؒ نے ۱۹۳۰ء کی تحریک آزادی وطن میں حصہ لیا اس تحریک میں سول نافرمانی میں شاہ جیؒ نے انگریزوں کے خلاف سارے ہندوستان میں بغاوت کا علم بلند کیا اور سارے ہندوستان میں آپکی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوئے۔ مگر آپ دیناج پور سے گرفتار ہوئے اور چھ ماہ کی سزا ہوئی۔ شاہ جیؒ فرماتے تھے کہ دیناج پور کی جیل بہت ہی سخت جیل مشہور تھی جب مجھے اس بدنام جیل میں قید کیا گیا تو ان دنوں میرے سر پر مرادآبادی ٹوپی تھی اس وقت جیل میں موجود علماء کرام اور دیگر لیڈروں نے میری دیکھا دیکھی ایسی ہی ٹوپیاں بنوائیں مگر جیل حکام کو ہماری یہ ٹوپیاں ناگوار گزریں۔ جب ہمیں اپنی سی آئی ڈی کے ذریعے یہ علم ہوا کہ ان ٹوپیوں سے صاحب بہادر چڑتے ہیں تو ہم سب۔۔۔ یہ فیصلہ کر لیا کہ کچھ بھی ہو جائے ہم ٹوپیاں ہرگز ہرگز نہیں اتاریں گے۔ چنانچہ ایک دن سپرنٹنڈنٹ جیل معائنہ کے لئے آئے اور آتے ہی ہم لوگوں کو کہا کہ یہ ٹوپیاں آپ اتار دیں۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ یہ ٹوپیاں ہم ہرگز نہیں اتاریں گے یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے تم اس میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ اس نے لاجواب ہو کر کہا یہ گاندھی کیپ ہے میں نے انکار کرتے ہوئے کہا نہیں یہ احمل کیپ ہے۔ اور اگر یہ گاندھی کیپ ہے تو یہ قمیض اور پاجامہ وغیرہ بھی گاندھی کا ہے میری ان کھری کھری باتوں پر انسپکٹر جیل تاؤ میں آ گیا اور اس نے سپرنٹنڈنٹ جیل کو حکم دیا کہ ان لوگوں کی ٹوپیاں اتار لو میرے ساتھیوں نے جب انسپکٹر جیل کے غصہ کا پارا سرخ نشان سے آگے بڑھتا ہوا دیکھا تو خود بخود ٹوپیاں اتار دیں۔ سپرنٹنڈنٹ جیل نے میری طرف دیکھا اور حکم دیا کہ بخاری ٹوپی اتار دو۔ میں نے گرجدار آواز میں جواب دیا ہرگز نہیں۔ بخاری کے سر سے پہلے سر کی ٹوپی اتارنے والا بیٹا کسی ماں نے پیدا ہی نہیں کیا۔ حضرت بخاری رح فرماتے تھے کہ ساری زندگی میں عدم تشدد کا پرچار کرتا رہا۔ لیکن آج میں نے اپنے دل میں اٹل فیصلہ کر لیا تھا کہ حالات خواہ کچھ رخ بھی اختیار کر جائیں میں انشاء اللہ اپنی ٹوپی ہرگز نہیں اتارنے دوں گا۔ بلکہ اگر آج انگریز حاکم نے ہاتھ بڑھایا تو میں بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں کا بدلہ آج ہی چکا دوں گا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل نے بڑھ کر میری ٹوپی کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ میں نے اس کی کلائی کو مضبوطی سے پکڑا وہ اس وقت پسینہ سے شرابور ہو کر مشکل گرنے سے بچا۔ میں نے اس کی کلائی سے ہاتھ ڈھیلا کر دیا۔ پھر دونوں اعلیٰ افسر مجھ فقیر سے عملاً مار کھا کر

بڑبڑاتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئے

۱۹۲۹ء میں جب مجلس احرار اسلام کی تشکیل عمل آئی تو آپ اس کے پہلے صدر چنے گئے۔
حضرت شاہ جیؒ ۱۹۲۹ء سے لے کر آخر دم تک اپنی محبوب جماعت مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے آپ کو مجلس احرار اسلام سے کتنی لگن تھی اس کا اندازہ ان کے ارشاد سے ہوتا ہے کہ "خواہ ساری دنیا مجھے چھوڑ جائے مگر میں مجلس احرار اسلام کا علم بلند رکھوں گا حتیٰ کہ میں مر جاؤں تو میری قبر پر بھی اس کا سُرخ پرچم لہراتا رہے گا۔"

۱۹۳۱ء میں مجلس احرار اسلام نے قادیان میں اپنا دفتر قائم کیا۔ اور شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۳۴ء میں قادیان میں ختم نبوۃ کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس میں حضرت شاہ جیؒ نے معرکتہ الآرا تقریر کی۔ آپ نے منکرین ختم نبوۃ کے حقیقی مقاصد بیان کئے۔ شاہ جی کو اس تقریر کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ شاہ جیؒ پر یہ مقدمہ گورداسپور کی عدالت میں زیر سماعت رہا۔ آخر شاہ جی کو اس مقدمہ میں چھ ماہ کی سزا سنادی گئی۔ اس سزا کے خلاف سیشن کورٹ میں اپیل کی گئی۔ ان دنوں مسٹر جی ڈی کھوسلہ سیشن جج تھے۔ اس نے حضرت کی اپیل کا فیصلہ سناتے ہوئے تا برخاست عدالت کی سزا دی۔ حضرت شاہ جیؒ مقدمہ سے فارغ ہوئے تو مجلس احرار اسلام کی طرف سے اعلان کردیا گیا کہ حضرتؒ پہلا جمعہ قادیان میں پڑھائیں گے۔ قادیان میں حکومت نے نماز جمعہ پر پابندی عائد کر دی تھی۔ تاہم اس پابندی کو توڑنے کے لئے حضرت مقررہ وقت پر امرتسر سے قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ بٹالہ اسٹیشن پر عوام نے حضرتؒ کا والہانہ استقبال کیا مگر پولیس نے بٹالہ میں حضرت شاہ جیؒ کو نوٹس دیا کہ چونکہ قادیان میں آپ کے داخلہ پر حکومت نے پابندی عائد کر دی ہے لہٰذا آپ قادیان نہیں جاسکتے۔ شاہ جیؒ نے پولیس کا یہ نوٹس پھاڑ دیا۔ اور قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس موقع پر سینکڑوں احباب شاہ جیؒ کے ساتھ چل پڑے۔ آخر راستہ میں حضرت شاہ جیؒ کو گرفتار کرلیا گیا۔ شاہ جی کو اس مقدمہ میں تین ماہ قید کی سزا ہوئی۔ آپ کی مجموعی قید ۹ سال سے زائد بنتی ہے۔ لیکن جیل میں جاکر آپ کی شگفتہ مزاجی اور بھی نکھر جاتی تھی۔ آپ نے کوئی جائیداد نہ بنائی۔ اور تمام عمر ہمیشہ کرائے کے مکان میں رہے۔ اور کرائے کے مکان سے ہی آپ کا جنازہ اُٹھا۔ الحمدللہ آپ کے فرزندان گرامی نے بھی اپنی کوئی جائیداد نہیں بنائی۔ ۱۹۵۳ء میں شاہ جیؒ کو کراچی سے گرفتار کرکے سکھر سنٹرل جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس جیل میں حضرت شاہ جیؒ کو خوراک کے طور پر گلے ہوئے چاول اور مسور کی دال دی جاتی تھی۔ ڈیڑھ سال بعد جب